(۴۲)

(فرمودہ ۲۴۔جون ۱۹۵۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

چونکہ مجھے رات سے دورانِ سر کی تکلیف ہے اس لئے میں کھڑے ہو کر خطبہ نہیں پڑھ رہا بلکہ مختصراً بیٹھ کر خطبہ پڑھوں گا۔ آج عید کا دن ہے لیکن ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا یہ عید ہمارے لئے بھی عید ہے۔ دنیا میں ہر چیز کئی نسبتیں رکھتی ہے۔ مثلاً ایک دشمن مارا جاتا ہے تو مومنوں کے گھروں میں عید ہوتی ہے لیکن کافروں کے گھروں میں عید نہیں ہوتی ان کے گھروں میں تو ماتم ہوتا ہے۔ بدر کی جنگ ہوئی تو بہت سے کفار اس میں مارے گئے حتیٰ کہ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس کا کوئی نہ کوئی رشتہ دار اس جنگ میں نہ مارا گیا ہو۔ مسلمانوں کے لئے وہ ایسی عید ہے کہ آج تک ہم اسے عید قرار دیتے ہیں[1] لیکن کفار کے لئے یہ دن اتنے غم کا تھا کہ جب تک وہ مسلمان نہیں ہو گئے ان کے لئے یہ دن ماتم کا دن رہا۔ چنانچہ اس جنگ کے اثر کو مکہ والوں نے اتنا محسوس کیا کہ رؤسا نے مل کر ایک میٹنگ کی اور اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا کہ کوئی آدمی بدر کے مقتولوں پر نہ روئے۔ انہیں خیال تھا کہ اگر وہ بدر کے مقتولوں پر روئیں گے تو مسلمان خوش ہوں گے چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص بدر کے مقتولوں پر روئے گا اسے سو اونٹ بطور ڈنڈ دینے ہوں گے۔ اب دیکھو مکے والے اس زخم کو کتنا محسوس کرتے تھے کہ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ باوجود منع کرنے کے بھی لوگ بدر کے مقتولوں پر روئیں گے اور ان کی بات نہیں مانیں گے اس لئے انہوں نے ایک سو اونٹ جُرمانہ مقرر کیا تا اس جُرمانہ کے خوف سے لوگ اپنے غم کو دبائے رکھیں۔ چنانچہ مکہ والوں نے اس جُرمانہ کے خوف سے اور قوم کی ناراضگی سے بچنے کے لئے صبر سے کام لیا۔ وہ بولے نہیں۔ انہوں نے گھروں سے باہر آکر رسم و رواج کے مطابق ماتم نہیں کیا لیکن وہ گھروں کے دروازے بند کر کے روتے تھے۔ ایک شخص کے جنگ بدر میں دو بیٹے مارے گئے تھے وہ قوم کے ڈر کے مارے باہر نکل کر نہیں روتا تھا۔ لیکن اندر بیٹھ کر روتا تھا وہ خوب رویا لیکن اسے پھر بھی صبر نہ آیا۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کا کوئی عزیز مرجاتا تو وہ باہر نکل کر بَیْن کرتا تھا اس طرح اس کے گھر والے

اور محلہ کے دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ بین میں شریک ہو جاتے اور جب تک وہ اکٹھے ہو کر مرنے والے کا بین نہیں کرتے تھے انہیں تسلی نہیں ہوتی تھی اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے مرنے والے کا غم نہیں کیا۔ ایک دن اتفاق یوں ہوا کہ کوئی شخص مکہ کے پاس سے گذر رہا تھا اس کی اونٹنی جس پر وہ سوار تھا مرگئی۔ عرب فطرتاً شاعر تھے۔ اس شخص نے اپنی اونٹنی کے غم میں چند اشعار بنائے کہ تُو بڑی اچھی اونٹنی تھی' تجھ میں فلاں خوبی تھی' فلاں خوبی تھی اب تُو مر گئی ہے میں تیرا افسوس کس طرح کروں۔ میں تیری موت پر کیسے صبر کروں اس کا رستہ مکہ میں سے گزرتا تھا اور پھر اس شخص کے گھر کے قریب سے گزرتا تھا جس کے دو بیٹے جنگ بدر میں مارے گئے۔ وہ شخص اندر بیٹھ کر رو رہا تھا کہ اس اونٹنی کا مالک گلی میں سے وہ شعر پڑھتا ہوا گزرا جو اس نے اپنی اونٹنی کے متعلق بنائے تھے کہ تُو بڑی اچھی تھی تجھ میں فلاں خوبی تھی' فلاں خوبی تھی' میں تیرا افسوس کس طرح کروں اس شخص نے جب یہ شعر سنے تو وہ برداشت نہ کر سکا اور دروازہ کھول کر چیخ مار کر باہر آگیا اور عرب کے رواج کے مطابق اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہنے لگا اس شخص کو اپنی اونٹنی کے مرجانے پر ماتم کرنے کا حق ہے لیکن میرے دو بیٹے مرگئے مجھے ان پر آنسو بہانے کا حق نہیں مجھے ان کا ماتم کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور پھر وہ قصیدہ میں اپنے بیٹوں کی خوبیاں بیان کرنے لگا۔ قریباً سب لوگ زخم خوردہ تھے اور صرف جُرمانہ کے خوف اور قوم کی ناراضگی سے بچنے کے لئے دبے بیٹھے تھے۔ جب اس کی چیخیں انہیں سنائی دیں تو سارے دروازے کھل گئے اور مکہ کے تمام لوگ باہر نکل کر رونے پیٹنے لگ گئے۔[۲]

اب دیکھو بدر کا دن ہمارے لئے اب بھی عید کا دن ہے مگر وہ کفار کے لئے ماتم کا دن تھا۔ پس عید بھی ایک نسبتی چیز ہے وہ ایک کے لئے عید ہوتی ہے لیکن دوسرے کے لئے عید نہیں ہوتی۔ ایک کے گھر میں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو وہ ہنس رہا ہوتا ہے لیکن دوسرے گھر میں ماتم ہوتا ہے اور گھر والے سب رو رہے ہوتے ہیں۔ گویا ایک ہی وقت میں ایک گھر میں عید ہوتی ہے اور دوسرے گھر میں ماتم ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ ہماری آج کی عید کس حد تک عید ہے۔ ہم ایک منظم جماعت ہیں ہماری عید وہی ہوگی جس میں ساری جماعت شریک ہو۔ جس عید میں ساری جماعت شریک نہیں وہ عید نہیں۔ پس آج اگرچہ عید ہے لیکن کیا ہماری جماعت کی حالت اس بات کی مقتضی ہے کہ ہم اسے عید قرار دیں۔ مثلاً اسی سال کو دیکھ لو عید آئی اور

گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ ملازمین کو عید سے پہلے تنخواہیں دے دی جائیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس نے بھی فیصلہ کیا کہ عید سے پہلے تنخواہیں مل جانی چاہئیں۔ میرے پاس کاغذات آئے تو میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے بشرطیکہ خزانہ میں روپیہ موجود ہو لیکن خزانہ میں روپیہ نہیں تھا۔

محاسب صاحب کی رپورٹ تھی کہ میرے پاس چند سو سے زائد روپیہ نہیں اور فرض کرو تنخواہیں عید سے پہلے نہ بھی دینی ہوتیں تب بھی مہینہ میں سے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں صرف سات دن باقی رہ گئے ہیں ان سات دنوں میں بھلا کتنا روپیہ آ سکتا ہے کہ اس سے اگلے مہینہ کے شروع میں بھی تنخواہیں ادا کی جا سکیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عید نے محض ہماری آنکھیں کھولی ہیں ورنہ ہم مہینہ کے آخر میں بھی اس قابل نہیں ہو سکتے کہ کارکنوں کو ان کا پانچواں یا چھٹا حصہ بھی گزارہ دے سکیں۔ اگر اس ماہ میں یہ حالت ہے تو اگلے ماہ کے متعلق ہم کس طرح قیاس کر سکتے ہیں کہ اس میں یہ حالت نہ ہوگی۔ محاسب صاحب کہتے ہیں کہ چندے نہیں آئے اور ناظر صاحب بیت المال کہتے ہیں کہ چندے آئے ہیں اور تمام تر خرابی محاسب کی طرف سے ہے۔ ناظر صاحب کا دعویٰ ہے کہ پچھلے سال اس ماہ میں جتنا روپیہ آیا تھا اس سے پانچ ہزار روپیہ زیادہ اس ماہ میں آیا ہے۔ اگر پچھلے سال اس ماہ تنخواہیں ادا ہو گئی تھیں تو اس سال کیوں ادا نہیں کی جا سکتیں۔ محاسب صاحب کہتے ہیں خزانہ موجود ہے اور رجسٹرات بھی موجود ہیں میں روپے گھر تو نہیں لے گیا جو رقوم آئی ہیں رجسٹر میں درج ہیں ان کو دیکھ لو۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب کارکنوں کی تنخواہیں ہی پیچھے پڑ گئی ہیں تو ہمارے لئے کونسی عید ہے۔ اگر ہمارے اندر قومی جذبہ پایا جاتا ہے تو ہماری عید عید نہیں لیکن اگر ہمارے اندر انفرادی جذبہ پایا جاتا ہے تو پھر بے شک ہم کہیں گے اگر یہاں گزارہ نہیں ہوگا تو کہیں باہر نوکری کر لیں گے لیکن اگر ہم ایک منظم سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تو ہماری عید کوئی عید نہیں۔ سلسلہ اب ایسی حالت پر پہنچ گیا ہے کہ وہ اپنے کارکنوں کو گزارہ دینے کے بھی قابل نہیں رہا اور ہر شخص جس کے دل میں درد ہے اور وہ فردی ضرورتوں کو قومی ضرورتوں پر ترجیح دیتا ہے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ نوکری چھوڑ کر کہیں اور چلا جاتا ہے تو اس کا دین مرجاتا ہے اور اگر یہیں رہتا ہے تو وہ اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اگر وہ باہر چلا جاتا ہے تو اس کی دینی روح مرجاتی ہے اور اگر یہاں رہتا ہے تو اس کا جسم مرجاتا ہے۔ پس یہ حالات ہیں جن میں سے اس وقت ہم

گزر رہے ہیں۔ اگر ناظر صاحب بیت المال کی بات ٹھیک ہے تو چندہ میں تھوڑا سا فرق ہو گا اور اگر محاسب صاحب کی بات صحیح ہے تو پھر بہت بڑا فرق ہے۔ بہر حال حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اب بیدار ہو جانا چاہئے۔ میں تمہیں کتنے عرصہ سے کہہ رہا ہوں کہ بیدار ہو جاؤ' بیدار ہو جاؤ لیکن تم نے میری بات کو کوئی وُقعت نہیں دی۔ جب دشمن بولتا ہے تو تم تقریریں کرنے لگ جاتے ہو کہ ہم یوں کریں گے یوں کریں گے لیکن جب خلیفہ کہتا ہے کہ تم یوں کرو تو اس کی بات تم یوں سمجھتے ہو جیسے ہوا کا ایک جھونکا آیا اور چلا گیا۔ لیکن یہ تو سمجھو کہ میں نے مالی دقّتوں کے متعلق تمہیں کتنی دفعہ توجہ دلائی ہے میں تمہیں اس لئے توجہ نہیں دلاتا کہ میں نے کچھ کھانا ہوتا ہے۔ میں مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ہوا ہوں اور اس وقت میری خلافت پر ۳۸ سال گذر چکے ہیں تم ہی بتاؤ میں نے اتنے عرصہ میں خزانہ سے کیا لیا ہے آخر میں تمہیں توجہ دلاتا ہوں' ڈراتا ہوں اور ہوشیار کرتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ اس میں میرا کچھ فائدہ ہے میں تمہیں اس لئے توجہ نہیں دلاتا کہ سلسلہ کے مال میں میرا کوئی حصہ مقرر ہے۔ یہ نہیں کہ ۸ لاکھ آمد ہو گی تو ایک لاکھ میرا ہو گا' بارہ لاکھ آمد ہو گی تو ڈیڑھ لاکھ میرا ہو گا مجھے سلسلہ کے مال سے کوئی حصہ نہیں ملتا جس کی وجہ سے میں تمہیں ڈراتا ہوں۔ میں ۲۵ سال کی عمر کا تھا جب خلیفہ ہوا اب ۶۳ سال کا ہوں اب تک میں نے خزانہ لیا ہے؟ جس کی وجہ سے کسی کو شبہ ہو کہ میں نے یہ بات کسی غرض کی وجہ سے کہی ہے میں نے جماعت کو کچھ دیا ہے لیا نہیں۔ پچھلے دنوں کسی شخص نے میرے متعلق جھوٹ بولا کہ میں جماعت کا چندہ کھا گیا ہوں تو میں نے اپنے چندے کا حساب نکلوایا تو معلوم ہوا کہ میں صرف تحریک جدید کو پچھلے ۱۸ سالوں میں دو لاکھ سے زائد روپیہ دے چکا ہوں۔ پس میں جب تمہاری مالی حالت کی طرف توجہ دلاتا ہوں تو اپنے فائدہ کے لئے نہیں صرف تمہارے فائدہ کے لئے کچھ کہتا ہوں۔ تمہیں میں نے کم کہا ہے گو کہا ہے لیکن صدر انجمن کے کاغذات نکال کر دیکھ لو۔ کوئی تاریخ دان انہیں پڑھے گا تو وہ حیران ہو گا درجنوں صفحات ایسے نکلیں گے جن میں مَیں نے صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی ہو گی کہ اپنے آپ کو بچاؤ ورنہ تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہو گا لیکن انہوں نے میری بات نہ سنی۔ ہمیشہ ان کی طرف سے یہی لکھا آتا ہے کہ فلاں مد میں زیادتی کر دی جائے۔ جب نظم میں خرابی ہو گی تو ہمارا کسی جگہ بھی ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ میں کارکنوں سے کہتا ہوں کہ بد نظمی کا حال دیکھ لو۔ تم کہتے ہو کہ فلاں ناظر میں خرابی ہے اور ناظر کہتے ہیں کہ تم ایسے ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خرابی تم

دونوں میں ہے۔ جب تک تم دونوں مل کر خرابی پیدا نہ کرو خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بل ہیں بل کیا ناظر بناتے ہیں بل تم بناتے ہو اور ناظر اس پر دستخط کرتے ہیں گویا بل بنانے میں تم دونوں شریک ہو۔ تم میں سے ایک شخص اس کی جرأت نہیں کر سکتا جو نتیجہ نکلتا ہے وہ تم دونوں کا ہوتا ہے۔ اس سال جو مجلس شوریٰ میں ہماری آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ بجٹ آمد سے بہت زیادہ بنایا گیا ہے۔ بجٹ دوبارہ چیک کرنے کے بعد ہم نے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار روپیہ کا خرچ کم کیا کچھ شوریٰ کمیٹی نے خود ہی کم کر دیا تھا۔ گو بعض مدات میں زیادتی بھی کی گئی تھی لیکن مجموعی طور پر جو اخراجات میں کمی کی گئی تھی وہ ایک لاکھ ۸۰ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب بنتی ہے گویا پندرہ ہزار روپیہ ماہوار بجٹ میں سے کاٹ دیا گیا۔ اتنا روپیہ کاٹ دینے کے بعد بھی ہمارا یہ حال ہے کہ کارکنوں کو تنخواہیں نہیں مل سکیں اگر اتنا روپیہ نہ کاٹا جاتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی۔ یہ خرابی کہاں سے پیدا ہوئی ہے بغیر اس کے کہ افسروں کے ساتھ ماتحت شریک ہوں خرابی پیدا ہونی ناممکن ہے۔ اکیلے ناظر خرابی پیدا نہیں کر سکتے۔ ماتحت ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں اتنے ٹکٹ زیادہ چاہئیں' اتنی میزیں اور چاہئیں' اتنی کرسیاں اور چاہئیں' اتنی پنسلیں اور منگوا دیجئے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ ان پر ضائع چلا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ایک آدمی کے پاس پانچ پانچ کام تھے۔ کارکن راتوں کو کام کرتے تھے لیکن اب ہر ایک کارکن یہ سمجھتا ہے کہ اس کا کام ایک آدمی کا کام نہیں۔ وہ ناظر کے پاس جاتا ہے کہ ایک آدمی اور بڑھا دیا جائے وہ فوراً سفارش کر دیتا ہے کہ مجھے ایک اور آدمی کی ضرورت ہے۔ اور وہ ایک آدمی بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے کہ پہلے کارکن کی تنخواہ اگر بارہ آنے تھی تو آمد ایک روپیہ تھی۔ اب بارہ آنہ کا ایک اور کلرک آجاتا ہے تو آمد ایک روپیہ ہی رہتی ہے لیکن خرچ ڈیڑھ روپیہ ہو جاتا ہے اب دنیا کے کسی قاعدے کی رو سے ایک روپیہ سے ڈیڑھ روپیہ نہیں نکل سکتا۔ دوسرے ماہ آٹھ آنے قرض کی بجائے ایک روپیہ قرض ہو جائے گا اور تیسرے ماہ ڈیڑھ روپیہ قرض ہو جائے گا اور چار پانچ ماہ کے بعد دیوالیہ نکل جائے گا۔ آخر تمہیں میری بات سمجھ میں کیوں نہیں آسکتی۔ کیا میری اس بات کو سمجھنے کے لئے کسی بڑے حساب کی ضرورت ہے۔ کیا اس کے لئے بڑی عقل کی ضرورت ہے کہ اگر خرچ دس لاکھ کا ہو اور آمد آٹھ لاکھ ہو تو دیوالیہ نکل جاتا ہے۔ افراد تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر آمد چار لاکھ روپیہ ہے تو آٹھ لاکھ قرض لے لیں گے اور مطالبہ پر وہ جگہ چھوڑ دیں گے اور کسی دوسرے ملک میں بھاگ

جائیں گے لیکن کیا تمہاری جماعت بھی ایسا کر سکتی ہے۔ ایک منظم جماعت ہر گز ایسا نہیں کر سکتی۔ ایک منظم جماعت کی بد دیانتی چھپ نہیں سکتی سوائے اس کے کہ وہ اپنا کام بند کر دے۔ لیکن باوجود بار بار توجہ دلانے کے تم نے اور ناظروں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ تمہیں غصہ یہ ہوتا ہے کہ ناظر صاحب نے تو ہماری سفارش کر دی تھی لیکن خلیفۃ المسیح نے دستخط نہیں کئے۔ خلیفہ کی جیب میں روپے ہوں تو وہ اس پر دستخط کر دے جب میرے پاس روپیہ نہیں خزانے کے متعلق رپورٹ ملتی ہے کہ وہاں روپیہ نہیں تو میں اضافہ جات پر دستخط کیسے کروں خلیفۃ المسیح روپیہ خود خرچ نہیں کر لیتا۔ اب بھی خلیفہ کا دیا ہوا چندہ دوسروں سے زیادہ ہے لیکن میں کیمیا گر نہیں کہ میں روپیہ بنا لوں اور نہ میں جادوگر ہوں اور نہ جادو اور کیمیا پر میرا ایمان ہے میں روپیہ کہاں سے لاؤں اگر روپیہ نہ ہو تو میں دوں کہاں سے۔ تم میں بے چینی ہوتی ہے کہ ناظر صاحب نے گو سفارش کر دی تھی خلیفۃ المسیح نے دستخط نہیں کئے۔ تم ہی کہتے تھے کہ ہمیں چار کی بجائے پانچ کرسیاں چاہئیں' پانچ کلرک کی بجائے سات کلرک چاہئیں اور تم نے میری بات نہیں مانی اس لئے تم آج بھوکے ہو۔ اگر میں تمہاری بات مان لیتا تو تمہاری ہڈی پس جاتی۔ آخر تم کیا سمجھتے ہو کہ کیا یہ روپیہ میں نے استعمال کر لیا تھا۔ اگر میں نے روپیہ لیا نہیں بلکہ روپیہ دیا ہے تو یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ میں تمہیں بچانے کی خاطر ایسا کر رہا ہوں۔ تمہارا کام تھا کہ اگر پانچ کلرک ہوں تو ان کی بجائے چار کرواتے تا خرچ کم ہو اور ناظروں کو چاہئے تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر زائد کلرکوں کی سفارش کرتے تمہیں سمجھاتے اور آپ بھی قربانی کرتے تا سلسلہ پر تنگی کا وقت نہ آتا لیکن ناظروں نے بھی جب دیکھا کہ ہم کیوں ماتحتوں سے لڑیں تو انہوں نے تمہاری بات مان لی اور یہ سمجھ لیا کہ نئے خرچ کی اجازت چونکہ خلیفۃ المسیح دیتے ہیں اس لئے بدنامی خلیفہ کی ہوگی ہماری تو نیک نامی ہی ہے۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی اور اب بھی میں پرواہ نہیں کروں گا اور سختی سے کام لوں گا۔ اگر کوئی صورت روپیہ پیدا کرنے کی ہوتی تو میں کہیں سے روپیہ لے آتا مگر یہ بات میرے بس سے باہر ہے۔ ہمارا اوسط خرچ ۸۰ ہزار روپیہ ماہوار ہے اور اگر وقتی خرچ نکال لیا جائے تو ۶۰۔۶۵ ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ پچھلے سال تم درخواستیں دیتے رہے کہ فلاں جگہ دو ہزار کی زیادتی کر دی جائے' فلاں جگہ چار ہزار کی زیادتی کر دی جائے اور سارا سال تم زیادتیاں کرواتے رہے' جب بارہواں مہینہ آیا تو تم نے دو لاکھ روپیہ کے بل محاسب کے پاس

بھیج دیئے کہ پچھلے مہینوں کا اتنا خرچ ہے۔ دوران سال میں بل کم و بیش کرنے کے یہ معنی تھے کہ مجھے خزانہ میں روپیہ نظر آئے اور میں زیادتی کرنے سے انکار نہ کرسکوں۔ جب خزانہ میں جو روپیہ موجود تھا وہ خرچ کرلیا تو آخری مہینے میں ۶۰-۶۵ ہزار روپیہ کی جگہ دو لاکھ کے بل دے دیئے۔ شوریٰ میں بات ہوئی تو محاسب صاحب نے کہا کہ اس وقت ساٹھ ہزار روپیہ ہمارے پاس ہے ۲۴ ہزار روپیہ اور آ جائے گا۔ اس طرح ہم ماہوار خرچ بھی ادا کردیں گے اور تیس ہزار روپیہ جو ایک مشن کے لئے منظور ہوا ہے وہ بھی ادا کردیں گے۔ میں نے اپریل میں انہیں بار بار یاد دلایا کہ کیا یہ تیس ہزار روپیہ نکال لیا گیا ہے لیکن انہوں نے خاموشی برتی۔ آخر جب تاریخ ختم ہو گئی تو کہہ دیا کہ بل اتنے زیادہ آگئے تھے کہ ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں بچتا تھا اس لئے وہ تیس ہزار روپیہ خزانہ سے نہیں نکالا گیا۔ بعد میں نظارتوں نے توجہ دلائی کہ ایک لاکھ دس ہزار روپے کے بِل اور پڑے ہیں جو ادا نہیں ہوئے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا ان حالات میں کام چل سکتا ہے؟ پہلے خرچ چھپا کر رکھا اور آخر میں آکر سب بل ڈال دیئے۔ ظاہر ہے کہ ان بلوں کو چھپانے کی غرض یہی تھی کہ مجھ سے دوران سال میں بجٹ میں اضافوں کی منظوریاں لی جا سکیں۔ مجھ پر ظاہر کیا جائے کہ آمد کافی اور ضرورت سے زیادہ ہے آپ ضرور اضافوں کی اجازت دے دیں۔ مگر کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ کام صرف ناظر کرسکتے ہیں بل تم بناتے ہو جب تک تم اس چالاکی میں ناظر کے ساتھ شامل نہیں ہوگے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ بھلا ناظر کو کیا شوق ہے کہ وہ لکھے کہ مجھے فلاں کام کے لئے اتنے کلرکوں کی ضرورت ہے تم شور مچاتے ہو تو وہ زائد کلرک مانگتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کام کا معیار پہلے کی نسبت گر چکا ہے۔ جو کام تم آج سے بیس سال پہلے کرتے تھے اس سے اب کم کرتے ہو۔ ناظروں پر کمیشن بٹھا کر دیکھ لو کہ پچھلے ماہ میں ان سب نے مل کر اتنا تحریری کام نہیں کیا جتنا اکیلے میں نے کیا ہے۔ ان کی تحریر مجھ سے چار پانچ گُنے کم ہوگی۔ کلرکوں کو دیکھ لو بجائے اس کے کہ وہ ۲۰ چٹھیاں روزانہ نکالیں وہ پندرہ چٹھیوں پر شور مچا دیتے ہیں کہ کام بہت زیادہ ہے۔ دوسرا کلرک آئے گا تو کام ختم ہو گا لیکن اگر دوسرا آدمی آئے گا تو تم چلے جاؤ گے کیونکہ سلسلہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ تم دونوں کی تنخواہ دے سکے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ تمہیں باہر کوئی نہ کوئی کام مل جائے گا لیکن ثواب نئے آنے والے کو ملے گا۔ تمہارا سارا شور اس بات کا نتیجہ ہے کہ تم سلسلہ کے کام کے ثواب اور عظمت کو ذہن میں نہیں رکھتے۔ تم ہمیشہ اس روپیہ کا حساب لگاتے ہو جو تمہیں

کسی انسان کے ذریعہ ملا ہے اور جو روپیہ خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملتا ہے اس کا حساب تم نہیں لگاتے۔ تم کہو گے کہ ہم نے وہ ثواب دیکھا نہیں لیکن تم نے وہ نعماء جنت بھی تو نہیں دیکھیں جن کے متعلق تمہیں یقین ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں تمہیں ملیں گی۔ اگر تم ان نعمائے جنت پر بغیر دیکھے ایمان لے آئے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں اس پر بھی ایمان لے آنا چاہئے۔ تمہیں دو طرف سے تنخواہ ملتی ہے اگر تمہیں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تیس روپیہ تنخواہ ملتی ہے تو خدا تعالیٰ تمہیں تیس ارب روپیہ تنخواہ دیتا ہے لیکن تم اپنی ایک آمد کا اندازہ لگاتے ہو اور دوسری کا نہیں۔ ایک شخص اگر دو آدمیوں کا چپڑاسی ہے بیس روپیہ اسے ایک جگہ سے ملیں اور بیس روپیہ ایک جگہ سے ملیں لیکن دریافت کرنے پر وہ یہ بتائے کہ میری آمد صرف بیس روپیہ ہے تو جب سننے والوں کو حقیقت معلوم ہوگی تو وہ اسے شرمندہ کریں گے اور کہیں گے کہ تم دھوکے باز ہو۔ تمہیں بیس روپیہ تنخواہ نہیں ملتی بلکہ چالیس روپیہ تنخواہ ملتی ہے اسی طرح سلسلہ کا کام کرنے والا دو طرف سے تنخواہ لیتا ہے اسے انسان تھوڑا دیتا ہے اور خدا تعالیٰ زیادہ دیتا ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے جو آمد ہوتی ہے اسے نہیں گنتا' وہ دھوکے باز ہے' فریبی ہے۔ لیکن اگر تم اس انعام کی قدر کرو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہارا خیال رکھے گا۔ اگر تم دو آدمیوں کی جگہ کام کرتے تو تمہیں تنخواہیں بھی ملتی رہتیں اور ریزرو فنڈ بھی قائم ہو جاتا۔ پرسوں سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جماعتی لحاظ سے ہماری یہ عید خوشی کی نہیں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ہم اپنے کارکنوں کو خواہ وہ کمزور ایمان والے ہی ہیں گزارہ دینے کے قابل نہیں۔ بے شک ہم یہ تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کوئی رستہ کھول دے گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم میں سے گند کو نکال دے اور مخلص آدمیوں کو الگ کرلے تا ہماری کمزوری دور ہو جائے۔ ناظر تو آرام سے سو رہے تھے لیکن میں عید سے پہلی رات اس غم کی وجہ سے سو بھی نہیں سکا کہ ہمارے کارکنوں کو عید سے قبل گزارہ نہیں مل سکا۔ کچھ دیر کے لئے آنکھ لگ جاتی تھی اور پھر کھل جاتی تھی۔ اسی طرح میں ساری رات بیدار ہوتا رہا اور دعا کرتا رہا۔ تہجد کے وقت بھی دعا کرتا رہا۔ میں تمہیں وہ دعا نہیں بتاتا کہ تم اس سے ہی خوش ہو جاؤ گے لیکن ساری رات میرے دل پر یہ اثر تھا کہ ہمارے کارکنوں کو عید سے پہلے گزارے مل جانے چاہئیں تھے۔ کل چھ بجے دعا ہوئی لیکن عصر کے بعد تک میں یہی دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ کارکنوں پر رحم کرے اور ہماری حالت کو درست فرمائے۔

ناظروں نے سارا سال تمہاری سفارشیں کی ہیں لیکن آج انہیں اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی تکلیف مجھے ہوئی ہے۔ مگر یہ مصیبت تمہارے اپنے ہاتھوں اور ناظروں کے ہاتھوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ یاد رکھو ناظر تمہارے سب سے بڑے دشمن ہیں اور تم ان کے سب سے بڑے دشمن ہو۔ جب وہ تمہاری سفارش کرتے تھے تو وہ جھوٹ بولتے تھے اور جب تم ان کی تعریف کرتے تھے تو تم جھوٹ بولتے تھے ناظر سمجھتے تھے کہ ہم نے انہیں دینا لینا کچھ نہیں صرف خلیفۃ المسیح پر الزام لگانا ہے وہ تمہاری پیٹھ ٹھونکتے تھے اور تم ان کی تعریفیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ہی ہمارے مائی باپ ہیں۔ اب کہاں ہیں ناظر۔ اب لائیں وہ روپیہ۔ اگر تم میری نصیحت پر عمل کرتے تو یہ دن نہ آتا۔ آج وہ اپنی بیویوں کے پاس خوش خوش بیٹھے ہیں اور تم عید پر تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے افسردہ اور غمگین ہو۔ آج وہ روپیہ کیوں نہیں لاتے۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں والی بات ہے جب فرعون نے بعض لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تو انہوں نے رسیاں پھینکی جو سانپوں کی شکلیں اختیار کر گئیں لیکن جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا تو وہ سب سانپ غائب ہو گئے۔ [۳۴] آج ان ناظروں کی خیر خواہیاں کہاں گئیں۔ اگر وہ اپنی خیر خواہی میں سچے تھے تو وہ آج روپیہ لاتے اور اپنے کارکنوں کو تنخواہیں دیتے۔ وہ صرف ظاہری طور پر تمہیں خوش کرنا چاہتے تھے۔ وہ بطور نمائش تمہارے ساتھ خیر خواہی کا اظہار کر رہے تھے۔ اگر انہیں درد ہوتا تو وہ اس قسم کی سفارش پیش نہ کرتے اور اگر تمہیں خیال ہوتا تو تم ان کی بات نہ مانتے۔ تم دونوں نے غداری کی ہے' ناظروں نے بھی غداری کی ہے اور تم نے بھی غداری کی ہے جو اب تم پر پڑ رہی ہے۔ اگر تم اب بھی نہ سمجھو گے تو تم اور زیادہ تکلیف میں مبتلاء ہو گے۔ اس سال بھی تمہارے ناظروں نے ایک لاکھ روپیہ کی سفارش شروع سال میں کی تھی اور اگر میں وہ ایک لاکھ روپیہ دے دیتا تو تمہیں اگست میں بھی مئی کی تنخواہیں نہ مل سکتیں۔ تم اب بھی سمجھ جاؤ اگر تمہیں سلسلہ کا درد ہے اگر تمہیں سلسلہ سے محبت ہے' اگر تم سلسلہ کی خاطر قربانی کر کے یہاں آتے ہو تو کام زیادہ کرو' عملہ کو کم کرو' دوسروں کے لئے نمونہ بنو' ان کے لئے فتنہ کا موجب نہ بنو۔ لوگ زیادہ چندے دیں گے تو تمہاری سچ مچ عید آجائے گی۔ آج کوئی عید نہیں' یہ تمہاری خطا ہے' تمہارا جرم اور قصور ہے کہ ہم شروع سال میں ہی کارکنوں کو تنخواہ نہیں دے سکے۔ مہینہ کے ۲۴ دن گزر چکے ہیں ان میں اگر اتنی آمد نہیں ہوئی کہ ہم کارکنوں کو تنخواہیں دے سکیں تو باقی چھ دنوں میں

کیا ہو سکتا ہے۔ اگر تکلیف کو اگلے ماہ پر نہ پھیلا دیا جائے تو تنخواہیں جولائی تک بھی نہیں مل سکتیں۔ خزانہ میں صرف چار ہزار روپیہ ہے اس سے ۵۰ ہزار روپیہ کس طرح ادا کر دیا جائے۔ کسی ناظر میں یہ توفیق نہیں کہ وہ یہ روپیہ ادا کرے لیکن ان میں یہ توفیق ضرور ہے کہ وہ ایک لاکھ روپیہ کی سفارش کر دیں۔ ان میں یہ توفیق ہے کہ وہ اپنا عملہ زیادہ کروالیں لیکن یہ توفیق صرف خدا تعالیٰ کو ہی حاصل ہے کہ وہ کوئی ایسا انتظام کر دے کہ آپ لوگوں کو تنخواہیں مل سکیں اور یہ اس وقت ہوگا جب تم لوگ تعاون کرو۔ ناظر عقل سے کام لیں اور تم نیک مشورہ دو۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ اگر تم واقعی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو تو اپنا عملہ کم کر دو۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ دفتر والے یاددہانیاں نہیں کراتے لیکن اگر دفتر میں صرف دو کلرک ہوں تو وہ یہ نہیں کہیں گے کہ دفتر والے یاددہانیاں نہیں کراتے بلکہ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارا قصور ہے۔ اب وہ یہاں پچاس کلرک دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں تم حرام خوری کر رہے ہو تم یاددہانیاں کیوں نہیں کراتے۔ پس تمہارا موجودہ طریق غلط ہے تم اخلاص والا طریق اختیار کرو۔ کل وکیل المال صاحب تحریک جدید نے رپورٹ کی کہ عید کا دن ہمارا کمائی کا دن ہوتا ہے۔ قادیان میں عید کے دن بھی عملہ بیٹھا رہتا تھا تاکہ لوگ آسانی سے روپیہ جمع کرا سکیں لیکن آج سب کلرک بھاگ گئے ہیں کیونکہ دفتر میں آج کی چھٹی ہے۔ اب لوگ آتے ہیں تو دفتر بند ہوتا ہے تم کہو گے کہ عید کی چھٹی ہونی چاہئے مگر کیا یہ چھٹی صرف تمہیں ہونی چاہئے۔ یا آج سے بیس سال قبل کے آدمیوں کو بھی اس کی ضرورت تھی۔ کہتے ہیں جب اوکھلی میں سر دیا تو موہلوں کا کیا ڈر۔ اگر تم سلسلہ کی خدمت کرنے کے لئے یہاں آئے ہو تو پھر یہ کیا کہ آج چھٹی ہے' آج دفتر بند ہے۔ میں بیمار ہوں لیکن عید پڑھانے کے لئے آگیا ہوں۔ میرے ساتھ روزانہ یہی ہوتا ہے کہ میں بیمار بھی ہوتا ہوں تو ایک رُقعہ آجاتا ہے کہ میں تھوڑے وقت کیلئے یہاں آیا ہوں مجھے ملاقات کا وقت دیا جائے پھر تیسرا رقعہ آجاتا ہے چوتھا رقعہ آجاتا ہے میں فلاں جگہ سے آیا ہوں اور آج میں نے واپس چلے جانا ہے حضور ملاقات کا موقع دیں میں اسے ملنے کے لئے چلا جاتا ہوں۔ عصر کے بعد ایک رُقعہ آجاتا ہے پھر کئی دفعہ راتوں کو اطلاع آجاتی ہے مجھے تو کوئی چُھٹی نہیں ہوتی۔ اگر ہم نے دین کا کام کرنا ہے تو چُھٹی کیسی؟ میرے لئے تو وہی چُھٹی کا وقت ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارے کاموں میں برکت ہوگی اور اگر ہم انگریزوں کی طرح کریں گے کہ آج دفتر میں

چھٹی ہے کوئی کام نہ کرو تو خدا تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ انگریزوں کا سا سلوک کرے گا۔ جتنا ہم کمائیں گے وہ اتنا ہی ہمیں دے گا زیادہ نہیں لیکن اگر ہم صحابہؓ والے کام کریں گے اپنے آرام کا خیال نہیں کریں گے اور دن رات سلسلہ کی خدمت میں لگے رہیں گے تو خدا تعالیٰ کہے گا ان لوگوں کا کھانا پینا ہمارے ذمہ ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ ہم ان لوگوں کے لئے زمین سے بھی رزق نکالتے ہیں اور آسمان سے بھی رزق نازل کرتے ہیں۔ [؎] صرف اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ کل' پرسوں' اترسوں اور اس کے بعد کی حالت آج سے زیادہ بدتر ہوگی اگر آپ لوگ سمجھ جائیں گے تو حالت بہتر ہو جائے گی ورنہ اور بھی خراب ہوگی۔

میں ناظروں کو بار بار توجہ دلاتا رہا ہوں کہ قیمتوں کے گرنے سے ہماری آمد میں فرق پڑ جائے گا۔ ہماری جماعت کے چندہ دینے والوں میں سے اسّی فیصد زمیندار ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ جب چالیس روپے فی من کپاس بکے گی تو زمینداروں کا چندہ اور ہو گا اور جب کپاس کی قیمت آٹھ دس پر آ جائے گی تو ان کا چندہ اور ہو گا۔ ہمارا چندہ چھ سات لاکھ سے یک دم گیارہ لاکھ تک پہنچ گیا تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ چندہ دینے والوں کی آمدنیں بڑھ گئی تھیں پھر قیمتیں بڑھ جانے کی وجہ سے گورنمنٹ نے بھی تنخواہوں کے ساتھ مہنگائی الاؤنس بڑھا دیئے تھے اس لئے آمد بڑھ گئی اب اگر قیمتیں گریں گی تو ہماری آمد بھی گرے گی لیکن ہمارے خرچ میں کوئی بچت نہیں زیادہ سے زیادہ ہم مہنگائی الاؤنس کاٹیں گے سو وہ پہلے ہی قریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمارا خرچ پچاس ہزار روپیہ ماہوار کے قریب ہے۔ اگر چندہ گرا اور ہم نے مہنگائی الاؤنس کاٹ بھی دیا تو تین چار ہزار روپیہ ماہوار کی کمی ہو جائے گی لیکن اگر بجٹ میں ساڑھے چار لاکھ کی کمی آ گئی تو ہمیں سو روپے میں سے صرف ساٹھ روپے ملیں گے۔ میں کئی سال سے توجہ دلا رہا تھا کہ ہمارا بجٹ زیادہ ہو رہا ہے۔ شوریٰ میں ہم نے بجٹ کو گرایا ہے تیرہ لاکھ روپیہ کا بجٹ پیش ہوا تھا اور ہم نے کاٹ کر اسے ساڑھے دس لاکھ روپیہ کر دیا۔ محکموں کی طرف سے رُقعہ بازی ہو رہی تھی کہ ہمارا بجٹ ٹھیک تھا فائیننانس کمیٹی والوں نے کم کر دیا ہے لیکن باوجود اس کے کہ فائیننانس کمیٹی نے اور پھر میں نے بجٹ کم کر دیا تھا آپ لوگوں کو عید سے قبل تنخواہیں نہیں مل سکیں۔ پس ہمارے حالات ایسے ہیں کہ جب تک ہم سر جوڑ کر کام نہ کریں ہم ان سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ سکول کی عمارت ہے ہیڈ ماسٹر صاحب کہتے تھے ہمیں سکول بنا دیں کچی عمارت ہی بنا دیں میں اس کی منظوری لے دوں گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بیمار

تھے وہ ہمارے عزیز ہیں ۵ میں انہیں دیکھنے کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ جیسا بھی ہو سکول بنوادیں میں محکمہ سے آپ منظور کروالوں گا لیکن اب سکول کی طرف سے مطالبات بڑھ رہے ہیں کہ یہ بنوادو' ایسا بنوادو۔ ہمیں سب سے زیادہ نوٹس سکول ہی دیا کرتا ہے کہ اگر فلاں مدد نہ دی جائے تو سکول کی ایڈ (AID) بند ہو جائے گی اور حالت یہ ہے کہ ایڈ پانچ ہزار روپیہ سالانہ ہے تو خرچ ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ اگر سارے محکمے ایسا کریں تو پھر بنے گا کیا؟ آخر وہ یہ گُر بھی بتائیں کہ کام کیسے ہو۔ بعض لوگ میرے پاس مشورہ کے لئے آتے ہیں کہ مخالفت بہت زیادہ ہے میں موجودہ گاؤں میں یا شہر میں نہیں رہ سکتا تجارت بند ہو گئی ہے لوگ باہر جانے کے لئے مشورہ دیتے ہیں میں باہر نہیں جا سکتا اور تجارت کے سوا اور کوئی کام بھی نہیں کر سکتا اب حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں کہ اب کیا کروں۔ میں کہتا ہوں کہ رستے تو تم نے سب بند کر دیئے میں مشورہ کیا دوں تجارت چلتی نہیں' تجارت کے سوا آپ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے اور اپنے شہر میں آپ کام کر نہیں سکتے اور باہر بھی آپ جانا نہیں چاہتے تو میں مشورہ کیا دوں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے میں ایک جگہ بند ہوں' سوراخ کوئی ہے نہیں' اوپر سیمنٹ لگا ہوا ہے' رستے سب بند ہیں آپ بتائیے کہ اب میں کس طرح نکلوں۔ آخر محکمے والے بتائیں تو سہی کہ میں کیا کروں۔ یہی کہ سکول بند کر دیا جائے یا وہ مجھے کوئی اور رستہ بتائیں۔ علی گڑھ والے جاتے ہیں اور تین چار لاکھ روپیہ چندہ اکٹھا کر کے لے آتے ہیں جس سے کالج وغیرہ چلتا رہتا ہے لیکن تم لوگ یہ کام بھی نہیں کرتے اخراجات تو مانگتے ہو۔ کوئی ترکیب بھی تو بتاؤ کہ وہ اخراجات کہاں سے لائے جائیں۔ ادھر کالج والے کہتے ہیں کہ فلاں خرچ ضرور کرنا ہو گا ورنہ یونیورسٹی کالج بند کر دے گی۔ آخر وہ خرچ ضروری ہے تو آمد پیدا کرنے کے متعلق بھی تو مشورہ دینا چاہئے۔ وہ خود کچھ نہیں کرنا چاہتے صرف ہم سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ کام بند کر دو۔ مشہور ہے کہ قیصر جرمنی کا ایک گھوڑا تھا جو اسے بہت پیارا تھا۔ ایک دن گھوڑا بیمار ہو گیا ڈاکٹر اس کا علاج کرتے رہے لیکن آرام نہ آیا۔ ایک عرصہ کے بعد قیصر نے ڈاکٹروں کے چہروں سے معلوم کیا کہ وہ گھوڑے کی صحت سے مایوس ہیں اس نے اپنے مصاحبوں سے کہا تم جتنا خرچ ہو سکتا ہے کرو لیکن گھوڑا اچھا ہو جائے اگر میرا گھوڑا مر گیا تو مجھے سب سے پہلے جو خبر دے گا میں اسے پھانسی دے دوں گا اور اگر کسی نے خبر نہ دی تو سب کو پھانسی دے دوں گا۔ ڈاکٹروں نے بہتیرا زور لگایا لیکن گھوڑا مر گیا۔ بادشاہ کا ایک چہیتا نوکر تھا مصاحبوں نے اس سے کہا کہ تم بادشاہ

کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کا گھوڑا مر گیا ہے۔ اس نے کہا کیا میں نے مرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم میں سے کسی نے بادشاہ کو خبر نہ دی تو وہ سب کو پھانسی دے دے گا لیکن تم اس کے چہیتے نوکر ہو اگر تم جاؤ تو شاید اسے تم پر رحم آ جائے اور وہ یہ سزا معاف کر دے۔ اس نے کہا اچھا میں جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ بادشاہ کے پاس گیا بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ گھوڑے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا حضور گھوڑے کو اب بالکل آرام ہے' وہ بالکل خاموش پڑا ہے' وہ اب کوئی حرکت نہیں کرتا' نہ کان ہلاتا ہے نہ دم ہلاتا ہے' نہ چیخیں مارتا ہے' نہ سانس لیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کا تو یہ مطلب ہے کہ گھوڑا مر گیا ہے۔ اس نے کہا حضور میں نے نہیں کہا کہ گھوڑا مر گیا ہے آپ نے خود فرمایا ہے کہ گھوڑا مر گیا ہے۔ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ خود تو کہتے نہیں مجھ سے کہلوانا چاہتے ہیں تاکہ ان کی نیک نامی رہے۔ مگر یہ طریق غلط ہے اگر تم مل کر کام کرو گے تو کچھ بنے گا۔ اگر تم میں سے ہر ایک مخالف سمت میں رسہ کشی کرے گا تو کام نہیں چلے گا۔ ممکن ہے کہ ہمیں سارا کام بند کرنا پڑے کیونکہ روپیہ ہو گا تو کام ہو گا ورنہ ہمارا کیا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والا کام شروع کر دیں گے کہ کوئی مہمان آ گیا تو آپ نے گھر سے کھانا کھلا دیا پانچ سات آدمی رکھ لئے جو خطوں کا جواب دیتے رہے اور اس قدر اخراجات ضرور مہیا ہو جائیں گے۔ نہ ناظر رہیں گے اور نہ کلرک۔ جب جماعت کے لوگ ہمیں کام کرتا ہوا دیکھیں گے تو وہ اس سے زیادہ روپیہ میرے ہاتھوں میں رکھ دیں گے۔ مجھے مانگنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پس تم کوئی صحیح ذریعہ اختیار کرو ورنہ یاد رکھو تم پچھتاؤ گے' پچھتاؤ گے' پچھتاؤ گے۔ (الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء)

---

۱ آل عمران: ۱۲۴ تا ۱۲۸۔ الانفال: ۱۰ تا ۱۸

۲ تاریخ کامل لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۵۴' تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۶۳' السیرۃ لامام ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۴۶۔ ۴۷

۳ الاعراف: ۱۱۲ تا ۱۱۹' طٰہٰ: ۶۷ تا ۷۰' الشعرآء: ۳۷ تا ۴۶

۴ یونس: ۳۲۔ النمل: ۶۵۔ سبا: ۲۵۔ فاطر: ۴۴

۵ سبا: ۲۵

۶ سید محمود اللہ شاہ صاحب ابن حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب۔ حضور کے برادر نسبتی تھے۔ (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۵۲ء)